سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ نمبر ۱۹۰

# شہادت زائر کربلا

(دوسرا اڈیشن)

از قلم

سرکار سید العلماء مدظلہ

مطبوعہ

سرفراز قومی پریس، لکھنؤ

قیمت ۱۰ نئے پیسے

محصول ڈاک ۸ نئے پیسے

# تعارف

یہ سرکار سید العلماء مدظلہ کی وہ بے نظیر تقریر ہے جو آل انڈیا لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن سے آج سے سترہ سال قبل شب یازدہم محرم ۱۳۶۳ھ کو نشر ہوئی تھی، اور ہم نے اس کو ۱۳۷۶ھ میں بصورت رسالہ شائع کر دیا تھا اس کا پہلا اڈیشن ختم ہو گیا اور اب یہ دوسرا اڈیشن شائع کیا جا رہا ہے۔

افراد ملت سے استدعا ہے کہ اس رسالہ کی کثیر سے کثیر تعداد یوم عاشورا اپنے اپنے مقامات پر برادران وطن کے ہاتھوں تک بلا قیمت پہونچا کر ان کو کربلا کے سانحۂ عظیم سے باخبر بنائیں اور اس طرح ان تک اسلام حقیقی کی روشنی پہونچا کر عند اللہ و عند الرسولؐ ماجور ہوں۔

الداعی الی الخیر

سید ابن حسین نقوی عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن، لکھنؤ

محرم ۱۳۷۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کس کے دل میں اتنی طاقت ہے کہ وہ آج شہادت زار کربلا کی سیر کرے۔
ایک دل الجھانے والی خاموشی، ایک دم گھٹانے والی اداسی، وہ حافظہ جو دوسری محرم کو اس سرزمین پر اترا تھا، آج اپنا اسباب باندھ کر چلا جا چکا ہے اس لیے سناٹا چھایا ہوا ہے —— یقیناً یہ منظر دل ہلا دینے والا ہے مگر انسان بھی عجب چیز ہے، وہ ہر نئے حادثہ کی کیفیتیں دیکھنے کا خواہشمند ہوتا ہے، چاہے بعد میں اس کو تکلیف بھی پہونچے، پھر بھی وہ واقعات ضرور معلوم کرتا ہے جب ایسا ہے تو ذرا دل مضبوط کر کے میرے ساتھ چلو اور کربلا کے مختلف مناظر کی اس وقت سیر کرو۔

وہ دیکھو ایک بے شمار خیموں اور چھولداریوں کا سلسلہ جن میں سے اکثر میں چراغ روشن ہیں، اور وہ بہت سے خیموں کے جھرمٹ میں ایک بڑا خیمہ جس میں تیز روشنی ہے —— ضرور یہ روشنی تمہاری نگاہ کو سب سے پہلے جذب کرےگی آؤ پہلے چلو یہاں دیکھ لیں کہ کیا ہو رہا ہے، یہ یزیدی فوج کے سالار عمر سعد کا خیمہ ہے جہاں اس وقت فتح کی خوشیاں منائی جا رہی ہیں، تمام بڑے افسر جمع ہیں۔ پیغمبر اسلام کے نواسے کا تین دن کی بھوک پیاس میں خنجر ظلم سے گلا کاٹنے والے اپنے کارنامے پر ناز کر رہے ہیں، اور ایک ایک شہید کی شجاعت کے تذکرہ کے ساتھ اس کے قتل کرنے والے کی تعریفیں ہو رہی ہیں۔ اگرچہ سیکڑوں خیموں سے اس وقت زخمیوں کی کراہ کی آواز اور بعضیوں سے مقتولین کے غم میں نالہ و شیون کی آوازیں بھی بلند ہیں مگر نتیجہ کی کامیابی نے کانوں کو اس طرح کی

آوازوں سے بند کردیا ہے اور شراب ناب کے دور کے ساتھ فتح وظفر کا نشہ سب کو بیخود بنائے ہوئے ہے یقین ہے کہ تم سینہ میں ایک شریف انسانی دل رکھتے ہو اس لیے اس منظر کو دیکھکر خوشی میں شریک ہونے کے بجائے نفرت وحقارت کے جذبات محسوس کرنے لگو گے۔ تمھارا ضمیر ملامت کرے گا اور تمھاری انسانیت چیخ اُٹھے گی۔ بھلا وہ فتح بھی کوئی فتح ہے جسے کم از کم تیس ہزار کی فوج بہتّر بھوکوں اور پیاسوں کے مقابلہ میں اپنے لاتعداد سپاہیوں کو کھو کر جنگ مغلوبہ سے حاصل کرے، وہ بہتّر جن میں سب لڑنے کے قابل بھی نہ ہوں بلکہ ان میں اسّی برس کا بڈھا اور چھ مہینہ کا بچہ بھی داخل ہو۔ کیا اس فتح پر ناز کرنا انتہا درجہ کی کم ظرفی اور پست نگاہی نہیں ہے؟ کیا یہ فتح حقیقۃً فتح ہے۔ نہیں نہیں وہ شکست ہے جس کی گرد ذلت اس فوج اور اُس کی ظالم حکومت پر ہمیشہ کے واسطے چھائی رہیگی۔

یہ خیالات یہاں کے طرب ونشاط کے سامان، خوشی ومسرت کے شادیانوں اور نائے ونوش کی دلچسپیوں کو ایک حساس دل کے لیے بے کیف بنا دیتے ہیں جی گھبرانے لگتا ہے اور بے ساختہ دل چاہتا ہے کہ یہاں سے نکل کر میدان کی کھُلی ہوا میں سانس لیکر غم غلط کیا جائے ـــ وہ دیکھو نہر فرات لہریں لے رہی ہے، پانی دور پرے نظر آرہا ہے کیونکہ راستہ صاف ہے ـــ وہ پہرا جو تین دن سے اس پانی پر بیٹھا ہوا تھا اُٹھ چکا ہے۔ وہ ہزاروں سپاہیوں کے پرے جو رات دن جمے رہتے تھے آج ہٹ ائے جا چکے ہیں۔ اس لیے کہ وہ شیر جن کے نیم جان بنانے کے لیے پانی کی بندش ہوئی تھی رُدھر کر ساحل فنا کے اس پار پہونچ چکے ہیں۔

دریا کا کنارا پریشان دل کے سکون کے لیے بہترین جگہ ہے۔ مگر دریا کے ساحل پر خون کی بو آرہی ہے۔ موت کے قدموں کے نشان ہر طرف نظر آتے ہیں کسی شیر کے نعروں کی صدا اب تک گونج رہی ہے۔ گرے ہوے خون کا سلسلہ

رہنمائی کرتا ہوا آگے لے جاتا ہے۔ قدم ٹھٹھکتے ہیں۔ دل دھڑکتا ہے۔ ایک لامعلوم رعب کا احساس دورباش کی صدا دیتا ہے۔ غور سے دیکھو تو معلوم ہو گا کہ ترائی میں ایک شیر آرام کر رہا ہے جس کے گرد و پیش بہت دور تک ساحل کی تمام بالو خون سے گندھی ہوئی ہے جسم تمام زخموں سے چور ہے۔ سر شگافتہ ہے۔ ہاتھ دونوں جسم سے جدا ہیں۔ گر گئے ہوئے ہاتھ کے خانہ میں مشک کا تسمہ اب تک پھنسا ہوا ہے۔ وہ مشک جس میں سوراخ ہے اور اس کا پانی تمام بہہ چکا ہے جس نے بہادر کے جسم سے بہے ہوئے خون کی روانی میں اضافہ کر کے زمین مقتل کو دور تک رنگین بنا دیا ہے۔ ڈھال تو بہت دور پڑی ہے مگر تلوار دہن کے قریب ہے جھنڈا جو ہوا میں لہرا رہا تھا وہ اب زمین پر ہے مگر بہادر کا سینہ علم کا اب بھی محافظ ہے۔

یہ ہے علیؑ کا شیر حسینؑ کا قوت بازو اور علمدار پیاسی سکینہؑ کا سقا قمر بنی ہاشم عباسؑ جو حسینی فوج کا سب سے آخری سپاہی تھا جس نے سب سے آخر میں حسینؑ سے اجازت جہاد طلب کی مگر امامؑ نے پھر بھی لڑنے کی اجازت نہیں دی۔ فقط بچوں کی پیاس بجھانے کے لیے پانی کی سبیل پیدا کرنے کا حکم دیا۔ وفادار عباسؑ کی یہ یادگار کامیابی تھی کہ وہ فوج کا پہرہ ہٹا کر مشک میں پانی بھر لینے میں کامیاب ہوئے مگر افسوس کہ بھری ہوئی مشک کو لے کر خیمہ تک پہونچنا ممکن نہ ہوا۔ تیر نے مشک کو چھید کر تمام پانی بہا دیا اور عباسؑ نے سیکڑوں زخم کھا کر اپنے جسم کا تمام خون بہا دیا۔

عباسؑ مشک و علم کے ہوتے ہوئے بھی دشمن کے احساس میں بے بس نہیں تھے۔ آخر دونوں ہاتھ جدا کر دیئے گئے مگر پھر بھی عباسؑ جب تک خود گھوڑے سے نہیں گرے علم کو زمین پر گرنے نہیں دیا۔ مگر وہ علم اس کے بعد بھی حقیقت میں گرنے نہیں پایا۔ آج ہزاروں علم انہی ایک علم کی یاد میں ہزاروں کے کاندھوں پر لہرا رہے ہیں اور ہر تعزیہ خانہ میں حسینؑ کے نام کی ضریح تو ایک ہوتی ہے مگر علم کثرت کے ساتھ نصب ہوتے ہیں۔

یہ اشارہ ہے اس کا کہ عباسؑ گو دنیا میں نہ رہے مگر اُن کا علم آج تک اونچا ہے اور ہمیشہ اونچا رہے گا کیونکہ حق کا جھنڈا کبھی سرنگوں نہیں ہوتا۔

یہ منظر یقینی اگر ایک طرف دل میں جوش، ولولہ حق پر مرمٹنے کا حوصلہ پیدا کرتا اور رگوں میں خون کی روانی بڑھاتا ہے تو دوسری طرف ایک ایسے بہادر کی لاش کا یہ جان فرسا عالم دل کی رگیں بھی توڑنے لگتا ہے۔ بے ساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ وہ آنسو جو بزدلی کے نہیں بلکہ بہادری کی قدر و قیمت کے احساس کا نتیجہ ہیں اور عزم و ہمت کی آگ کو افسردہ نہیں بلکہ اس کی شعلہ افروزی میں اضافہ کرتے ہیں

دل تو چاہتا ہے کہ حسرت کے اسی ایک منظر میں غرق ہو جائے مگر ساحل کی بلندی سے صحرا کا گلگوں تختہ صاف نظر آتا اور نگاہ کو کشاں کشاں اپنی طرف لے جاتا ہے۔

یہاں کوئی ایک ہی مرقع نہیں ہے جو توجہ کا مرکز بن سکے بلکہ سچ مچ "شہادت زار" تو یہی جگہ ہے۔ دور تک لہو کا چھڑکاؤ ہے جا بجا خون کے تھالے بندھ گئے ہیں۔ ٹوٹے ہوئے نیزے، شکستہ تلواریں، کٹے ہوئے تیروں کے انبار ہیں جو ادھر اُدھر لگے ہوئے ہیں۔ دشمنوں کے سر ہزاروں کی تعداد میں زمین پر لنڈھک رہے ہیں اور لاشے بھی بہت دور تک نظر آتے ہیں۔ ان سب کے بیچ میں بہتر یا زیادہ سے زیادہ سو سوا سو نورانی مجسمے خاک و خون میں آلودہ اس عالم میں ہیں کہ کسی کا جسم تیروں سے چھلنی ہے کسی کا سر گرز سے شگافتہ کسی کا پہلو خنجر سے چاک اور کسی کا سینہ نیزہ سے فگار ہے۔

ان میں ساٹھ ستر اور اسی برس تک کے بڈھے۔ ۱۸ سے لیکر ۳۵ برس تک کے جوان اور گیارہ بارہ برس تک کے کمسن بچے بھی ہیں۔ ہاشمی خاندان کے جوانوں بلکہ بچوں تک کی سج دھج سب سے الگ ہے۔ ان میں ایک چاند کا ٹکڑا، تلوار کا پھل

کھلائے اس شان سے پڑا ہے کہ عمامہ کے پیچ خون سے رنگین ہو کر ڈھلک آئے ہیں۔ اور اس حسین چہرے پر سہرے کی طرح چھا گئے ہیں۔

ہاتھوں میں خون کی مہندی اور سینہ پر زخموں کی بدھی ہے۔ یہ ہے حسنؑ کا یتیم اور حسینؑ کا عزیز بھتیجا قاسمؑ جسے رخصت کرتے وقت امامؑ نے مرحوم بھائی کی وصیت کو پورا کرتے ہوئے اپنا داماد بھی بنا لیا تھا۔ کربلائے معلی میں خیمہ گاہ کے اندر ان کی یادگار میں حجلۂ عروسی بنا ہے اور ہندوستان میں انکی یاد میں ساتویں تاریخ مہندی اٹھتی ہے۔

انھی کے پاس اٹھارہ برس کے کڑیل جوان کا لاشا ہے جس کے سہرے کے پھول کھلنے کی نوبت نہ آئی۔ یہ علی اکبرؑ ہیں جنھیں حسینؑ اس لیے بہت عزیز رکھتے تھے کہ وہ ہو بہو رسولؐ اللہ کی تصویر تھے۔ ان کے رخصت ہوتے وقت حضرت امام حسینؑ نے اپنے خالق کو گواہ کر کے کہا تھا کہ جب ہم زیارت رسولؐ کے مشتاق ہوتے تھے تو اس کے چہرہ کو دیکھ لیتے تھے۔ آج کے خوش عقیدہ مسلمان شبیہ نعلین رسولؐ کی بھی جو کاغذ پر بنی ہو عزت کرتے ہیں مگر افسوس وہ کیسے مسلمان تھے جنھوں نے خود رسولؐ کی جیتی جاگتی ہوئی شبیہہ کا خیال نہ کیا۔ وہ حسین اور مقدس جسم تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

علی اکبرؑ کو دیکھتے ہی دل میں علی اصغرؑ کا خیال آتا ہے۔ وہ چھ مہینے کا بچہ جسے حسینؑ نے قربان گاہ شہادت میں سب سے آخر میں پیش کیا تھا۔ جو پیاس سے جاں بلب تھا مگر پیاس اس کی پانی سے نہیں بلکہ پیکان تیر سے بجھائی گئی۔ ان کی لاش تلاش کرنے پر بھی شہیدوں میں نہیں ملتی۔ ہاں زمین پر ایک چھوٹی سی قبر بنی ہوئی ہے۔ یہ اصغرؑ کی تربت ہے اس بچہ کو خود امام حسینؑ نے شہادت کے بعد ہی دفن کر دیا تھا۔ شاید اس لیے کہ امت رسولؐ کا یہ جرم اتنا سنگین تھا کہ فرزند رسولؐ کی انسانی غیرت کو خود اس منظر کے سامنے رہنے سے شرم دامنگیر ہوتی تھی۔

سب سے آخر میں نگاہ نشیب کی طرف جاتی اور وہیں ٹھہر جاتی ہے یہاں ایک

تقدس کا ماہ پیکر، نورانی شعاعوں کا خزانہ خونین شفق کے اندر چمکتا ہوا سورج، ایک ہمہ تن جراحت لاشہ ایسا پڑا ہوا ہے جس کا سر پہلے ہی جدا ہو چکا ہے، اس لیے صورت سے تو پہچانا نہیں جا سکتا مگر زخموں کی کثرت بتلاتی ہے کہ تمام حربوں کا اصلی مقصد اور عداوتوں کا آخری مرکز یہی تھا۔ شکستہ کمر ظاہر کرتی ہے کہ یہ وہ ہے جس کا برابر کا بھائی مار ڈالا گیا۔ بازو تیر سے چھدا ہوا خبر دیتا ہے کہ وہ ہے جس کے ہاتھوں پر چھ مہینہ کا بچہ نشانہ تیر ستم ہوا۔ خون سے رنگین ہاتھ پتہ دیتے ہیں کہ وہ ہے جس نے بے شیر کا خون چہرہ پر مل لیا تھا۔ سینہ پر کشادہ گھاؤ اور پشت کے پار اس کا نشان بتلا رہا ہے کہ وہ ہے جس کے سینہ پر تیر پڑا تو سامنے سے نکل نہ سکا۔ آخر پشت کی جانب سے اُسے کھینچا اور سینہ سے خون پرنالے کی طرح جاری ہوا۔ جسم کے پارہ پارہ ٹکڑے اس کی دلیل ہیں کہ وہ ہے جس کا جسم بعد شہادت گھوڑوں کے سموں سے پامال کیا گیا۔

ان خصوصیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہے شرافت کی جان، انسانیت کی روح، صداقت کا مجسمہ، پیغمبر اسلام کی نشانی، علیؑ کا فرزند حسینؑ جو کربلا کے مجاہدین کا سرگروہ اور اس ہمیشہ یاد رہنے والے کارنامہ کی مرکزی شخصیت ہے جس نے جان تو دے دی مگر حق و صداقت پر آنچ نہ آنے دی جس نے عزت اسلام پر اپنی ہر چیز قربان کر دی اور بقول خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کلمہ لا الہ الا اللہ کی از سر نو بنا قائم کر دی آج ہر سال دنیا کے تمام مشرق و مغرب میں محرم میں اُن ہی کا سوگ منایا جاتا ہے اور ان ہی کی یاد ہے جو مختلف اندازوں پر برابر تازہ کی جاتی ہے۔ اور تیرہ صدیوں سے ہر سال کے بعد دوسرے سال اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا ہے۔

---

پبلشر۔ مرزا حید حسین اسسٹنٹ سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ